بہترین اطاعت امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جبکہ بہترین دعوت الی اللہ دعوت الیٰ الخیر ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9/اگست 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (آل عمران:105)

پھر فرمایا:

قرآن کریم کی جس آیت کو میں نے گزشتہ خطبہ کا عنوان بنایا تھا وہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:3) والی آیت تھی یعنی وہ آیت جو نصیحت کرتی ہے کہ اچھی باتوں میں نیکیوں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور بری باتوں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کیا کرو۔ قرآن کریم بہت سے مضامین کو جوڑوں کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ ایک آیت کا جوڑا ایک اور جگہ ملتا ہے اور دونوں جوڑے ایک دوسرے کے مضمون کو تقویت دیتے ہیں۔ تو تعاون سے مراد کیا ہے؟ صرف تعاون سے مراد یہ نہیں کہ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہے وہ مانگو اور وہ دوسرا فریق تعاون کرتے ہوئے چیز تمہیں دے دے۔ تعاون کا اصل حقیقی مضمون اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے جو میں نے آج تلاوت کی ہے اور اسی لئے گزشتہ خطبہ کے آخر پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے وہ ارشادات بھی آپ کے سامنے رکھے جن کا تعلق نیکیوں کا حکم دینے اور بدیوں سے روکنے سے ہے۔

پس تعاون کس بات پر کرو۔ اگر آپ کسی کو کچھ کہیں تو پھر تعاون کا سوال پیدا ہوتا ہے کسی بات سے روکیں پھر تعاون کا سوال پیدا ہوتا ہے اور ہر جگہ کسی طاقت کے حوالے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن کریم اس پہلو سے ساری امت کو ہی صاحبِ امر بنا دیتا ہے۔ اب حقیقت میں صاحب امر ہونے کا راز اس میں ہے ان دو آیات کے مضمون کو سمجھ لیں تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ اسلام میں کوئی ڈکٹیٹر شپ نہیں ہے۔ جہاں اطاعت کا حکم ہے وہ پابند ہے نیکی کی باتوں کے ساتھ، اتنا پابند ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی عورتوں کو بیعت لیتے وقت جو الفاظ وحی کے ذریعے سکھلائے گئے جو قرآن کریم میں موجود ہیں ان میں یہ ہے کہ ان سے بیعت کے وقت یہ عہد لیا کرو کہ معروف باتوں میں تیری اطاعت کریں گی۔ میں نے پہلے ایک دفعہ اس مضمون پر روشنی ڈالی تھی کہ معروف باتوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ **نعوذ باللہ من ذٰلک** حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ غیر معروف باتوں کا حکم دے سکتے تھے۔ معروف باتوں سے مراد آپؐ کے دائرہ حکم کو محدود کرنا نہیں بلکہ بڑھانا اور وسعت دینا ہے۔

قرآن کریم میں جو اوامر اور نواہی ہیں جو براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کرتے ہیں یا مومنین کو مخاطب کرتے ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سی نیکی کی باتیں ہوتی ہیں جو ان کی تشریحات سے تعلق رکھتی ہیں اور براہ راست تشریح کا حوالہ دے کر کی جائے یا نہ کی جائے ہر اچھی بات کی بنیاد قرآن کریم میں موجود ہے اور یہ بحث اٹھانے کی ضرورت نہیں کہ قرآن کریم کی فلاں آیت میں یہ بات اس طرح ہے اس لئے اس کے تعلق میں تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا چاہئے۔ پس آنحضرت ﷺ تو تمام تر وحی کی بات فرمایا کرتے تھے پھر یہ جو فرمایا گیا کہ معروف میں میری اطاعت کرو گی اس سے مراد یہ ہے کہ عورتوں میں اس بات کا کوئی واہمہ تک نہ رہے کہ جب بھی ہمیں حکم ملے ہم یہ پتا کریں کہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ نہیں۔ معروف تو ایسی چیز ہے جو ہر زمانے کے ہر انسان پر، خطہ ارض کے ہر انسان پر برابر اطلاق پاتی ہے۔ معروف بات وہ ہے جو عرف عام میں دیکھنے سے اچھی معلوم ہو۔ اس کے لئے حکم کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ صاحب امر کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھنے والی بات ہو خواہ واضح طور پر قرآن کریم کے اوامر اور نواہی میں اس کا ذکر ہو یا نہ ہو تم پھر بھی اطاعت کرو گی اور اوامر ونواہی میں اطاعت کے لئے تو لازم ہے کہ ہر مومن جو بیعت کرتا ہے وہ ضرور

اطاعت کرے کیونکہ اس کی بیعت ہی اللہ کے ساتھ ہے وہ سب کچھ بیچ بیٹھتا ہے خدا کے حضور۔ پس یہ جو مضمون ہے معروف میں اطاعت کا یہ اطاعت کے دائرے کو تنگ نہیں کرتا بلکہ بہت وسیع کر دیتا ہے۔

جو بات میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب تمام امت کو صاحب امر بنایا گیا ہے اور قرآن کریم کی مختلف آیات سے پتا چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ امتوں کو اپنا جانشین بنایا کرتا ہے۔ آیت استخلاف میں بھی آنحضرت ﷺ کے تمام نیکو کار غلاموں کو جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ ہم تمہیں اپنا خلیفہ بنائیں گے یا زمین میں خلیفہ بنائیں گے جیسا کہ پہلوں کو بنایا۔ یہ تفصیل تو بہت لمبی ہے۔ میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب ایک صاحب امر کے ذریعے کسی قوم کے سپرد دنیا کی اصلاح کی جائے تو اس قوم کا ہر فرد صاحب امر ہو جاتا ہے اور اس پہلو سے بڑے اور چھوٹے حاکم اور محکوم کی کوئی تفریق باقی نہیں رہتی۔ اس کی شرط یہ ہے کہ ہر شخص **امر بالمعروف** کرے اور **نھی عن المنکر** کرے۔ ہر شخص اچھی باتوں کا حکم دے اور نیکیوں کی طرف بلائے۔ اب نبی اور کیا کرتا ہے۔ یہی تو کرتا ہے لیکن نبی ان معنوں میں بھی مامور ہے کہ اس کے سامنے بات سمجھ آئے یا نہ سمجھ آئے انسان کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کرسکتا، کوئی پس و پیش نہیں کرسکتا۔ مگر عامتہ المسلمین کے لئے صاحب امر بننے کے لئے لازم ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی اچھی باتیں کریں ایسی بری باتوں سے روکیں کہ جس کے لئے کوئی شخص حوالہ مانگے ہی نہیں اور قرآن کریم کی نیکیاں دراصل تمام تر اسی نوع سے تعلق رکھتی ہیں مگر بعض اپنی نوع کے اندر ایسا مقام حاصل کر لیتی ہیں کہ ہر کہنے والے کو یہ سمجھانے کی طاقت نہیں ہوتی کہ یہ کیوں تمہارے لئے مفید ہے۔ جھوٹ کے متعلق تو کہہ سکتا ہے کہ جب میں تمہیں کہتا ہوں جھوٹ نہ بولو اور سچ بولو تو سب دنیا جانتی ہے کہ اچھی بات ہے۔ مگر پانچ وقت نماز اس طرح ادا کرو اور اس طرح نہ کرو یا سورج ڈھلے پر کس طرح کی عبادت کر سکتے ہو یا نہیں کر سکتے کتنی دیر بعد اور کتنی دیر پہلے اور روزمرّہ وضو کیسے کرنا ہے نماز کے لئے کیسے کھڑا ہونا ہے اس کے لئے صاحب امر ہی ہے جو آنحضرت ﷺ ہیں جن پر قرآن نازل ہوا۔ ان کا صرف یہی حوالہ کافی ہے کہ صاحب امر کو اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا اور یہ ہدایتیں دی ہیں اور تم پر اس کا ماننا فرض ہے۔

پس ان معنوں میں بھی مومن حقیقت میں صاحب امر بن جاتا ہے۔ جب وہ قرآن کا حوالہ

دے گا تو اس وقت یہ سوال اٹھ ہی نہیں سکتا کہ تمہیں کیا خدا نے الہام کیا تھا۔ وہ کہے گا جس کو اپنے اس زمانے کے لئے یا ہر زمانے کے لئے خدا نے مامور بنایا ہے اس کو تو الہام کیا تھا اب میں وہی باتیں تمہیں کہہ رہا ہوں۔ لیکن یہ جو نصیحت ہے یہ مومنوں کے دائرے تک محدود رہتی ہے اور ان میں بھی ہر مومن صاحب امر ہے اور ہر روکنے والا خدا تعالیٰ کے نواہی کے دائرے میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اختیار رکھتا ہے کہ روکے۔ پس یہ جب مضمون وسعت کے ساتھ سمجھ آتی ہے تو نظام اسلام میں کسی ڈکٹیٹر شپ کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کو جب یہ علم ہوا کہ کسی شخص نے اپنی امارت کا رعب جمانے کے لئے یا دیکھنے کے لئے کہ میری امارت کا حق ادا کرتے ہیں کہ نہیں آزمانے کی خاطر کہا کہ میں تمہیں کہتا ہوں تم سمندر میں چھلانگ لگا دو یا آگ میں کود جاؤ، آگ کا موقع تھا وہ خاص طور پر، تو جب یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ آگ میں کود جاتے تو جہنم میں کود جاتے۔ پس امر کے نام پر کسی مومن کو یہ کھلا اختیار ہی نہیں دیا قرآن کریم نے کہ جو چاہے اس کا امر دے دے۔ اوامر اور نواہی کھلے کھلے ہیں اور ہر بات کھول کر واضح طور پر بیان فرما دی گئی ہے۔ ہاں متشابہات کی دنیا ایسی ہے جس میں ہر شخص کو پتا نہیں چلتا کہ مجھے کچھ کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے۔ امر بالمعروف میں جہاں عہد بیعت لیا گیا ہے وہاں بہت سا حصہ متشابہات سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں واضح طور پر یہ نہیں فرمایا گیا کہ عورت اس طرح پردہ کرے۔ اگر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اس طرح پردہ کرو تو جنہوں نے بیعت کی تھی ان کا فرض ہے کہ وہ اسی طرح پردہ کریں۔

تو یہ وہ وسیع مضمون ہے جس میں تمام کی تمام امت خلیفہ بن جاتی ہے اور صاحب امر ہو جاتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ نیکی کی بات کرے اور برائی سے روکے۔ شرط یہ ہے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور یہ وہ مضمون ہے جو مومن اور غیر مومن سب پر یکساں اطلاق پا جاتا ہے۔ کوئی دنیا کی قوم ایسی نہیں جس کو آپ نیکی کی تعلیم دیں اور آگے سے وہ کہے کہ تم کون ہوتے ہو تمہیں کس نے مقرر کیا ہے کسی حکومت کا کوئی پروانہ تو لا کے دکھاؤ جس نے تمہیں مقرر کیا ہو کہ ہمیں نیکیوں کی تعلیم دو۔ بے بس ہو جائے گا، نہیں کرے گا، زیادہ سے زیادہ عمل نہیں کرے گا مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم ہوتے کون ہو مجھے اچھی باتیں کہنے والے۔ کسی کو آپ کہیں دھوپ سے اٹھو، سائے میں بیٹھو گرمی زیادہ ہے، پاگل ہی ہوگا

جو کہے گا کہ تم کون ہوتے ہو، تمہیں کس نے ٹھیکیدار بنایا ہے میرا۔ پس ٹھیکیدار تو نبی بھی نہیں ہوتا لیکن ٹھیکیدار نہ ہونے کے باوجود اس کے حکم میں اتنی طاقت ہے کہ اس کا انکار کرنے والا پاگل ہوگا کیونکہ وہ سچائی پر مبنی حکم دیتا ہے وہ معروف کے حکم دیتا ہے بدیوں سے روکتا ہے۔ تو دراصل طاقت مضمون میں ہوتی ہے اور جو مضمون کوئی شخص اختیار کرتا ہے اسی لحاظ سے یا وہ طاقتور ہو جاتا ہے یا وہ کمزور ہو جاتا ہے۔

اچھی بات اور سچی بات میں ایک طاقت ہے اور جو بھی سچی اور اچھی بات اختیار کرے گا وہ لازماً طاقتور ہوگا۔ خواہ خدا تعالیٰ نے اس کو مامور کیا ہو یا نہ کیا ہو پھر بھی وہ مامور ہوگا۔ لیکن خدا اسے مامور کرتا ہے کیونکہ یہ باتیں جو سچائی اور نیکی کی باتیں ہیں یہ ہر مذہب کا خلاصہ ہیں۔ پس خدا نے جب بھی کبھی کسی مذہب کو نازل فرمایا اس میں اچھی باتوں اور سچی باتوں پر مامور کیا گیا اور ہر شخص آزاد ہے جب چاہے جتنا چاہے اپنا دامن ان سے بھرلے اور جتنا سچائی اور بھلائی سے وہ اپنا دامن بھرتا چلا جاتا ہے وہ مامور ہوتا چلا جاتا ہے، صاحب امر ہوتا چلا جاتا ہے۔ **پس یہ وقت ہے کہ جماعت احمدیہ کو صاحب امر بننا ہوگا اور ان شرائط کے ساتھ بننا ہوگا جو قرآن کریم نے پیش فرمائی ہیں** کیونکہ دعوت الی اللہ کا صاحب امر ہونے سے بہت گہرا تعلق ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی اس مضمون پر بہت ہی دل پذیر رنگ میں جو دلوں کو کھینچنے والا رنگ ہے اس سے روشنی ڈالی ہے اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے کلام کا جو جذب ہے اس کی کوئی مثال آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ چند فقروں میں اتنی گہری باتیں فرما جاتے ہیں، اتنی دلوں کو کھینچنے والی باتیں ہیں کہ اس کا کوئی توڑ نہیں کسی کے پاس، مجبور ہے کہ کھنچا چلا آئے۔

پس اس حوالے سے میں نے اس مضمون کو سمجھانے کی خاطر حضرت رسول اللہ ﷺ کی کچھ احادیث آج کے لئے چنی ہیں اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اقتباسات ہیں جو اسی مضمون پر قرآن اور سنت کے لحاظ سے روشنی ڈال رہے ہیں۔ ترجمہ سورہ آل عمران کی اس آیت کا جو نمبر 105 آیت ہے یہ ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ لازماً تم میں ایک امت ایسی رہنی چاہئے يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ جو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور اس امت کی تعین نہیں ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ہر فرد بشر خیر کی طرف بلانے کی طاقت رکھتا ہو۔ اپنی ذہنی قلبی صلاحیتوں کے اعتبار سے، اپنے دائرہ اثر کے لحاظ سے، اپنی دیگر مصروفیات کے لحاظ سے، صحت اور

بیماری کے لحاظ سے ہر شخص کی طاقتیں الگ الگ ہیں لیکن ایک صالح امت میں ایک بڑا حصہ ایسا ضرور موجود رہتا ہے جو اپنے آپ کو بھلائی کی طرف بلانے پر وقف کر دے اور یہی وہ ہدایت ہے جو اس آیت کے آغاز میں دی گئی ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وہ وقف ہو جائے اس بات پر کہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور بھلائی کی طرف بلانا اور يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ میں ایک فرق کیا گیا ہے۔ بھلائی کی طرف بلانا ایک دعوت عام ہے جس کا دراصل تعلق دعوت الی اللہ سے ہے کیونکہ قرآن کریم نے جہاں دعوت الی اللہ کا پیغام دیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا سب سے اچھی بات، سب سے پیاری بات ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (حٰمٓ السجدہ:34) اس سے زیادہ خوبصورت بات کیا ہوگی جو خدا کی طرف دعوت دے اور نیک عمل کرتا ہو، جس کے اعمال اس کی اس دعوت کو سچا کر دکھائیں۔ تو یہ خیر جو ہے یہ دراصل خدا کی طرف بلانا ہے اور نیک کاموں کی طرف بلانا ایک ہی بات بن جاتا ہے۔ نیک کاموں کی طرف بلانے کا مطلب لازم نہیں کہ خدا کی طرف بلایا جائے مگر خدا کی طرف بلانے کا لازماً یہ مطلب ہے کہ نیک کاموں کی طرف بلالیا جائے۔ پس خدا کی طرف بلانا حاوی ہے ہر نیکی کے اوپر۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ دعوت اور امر میں دیکھیں کیسا فرق کر کے دکھا دیا۔ اگر خیر عام معروف ہوتی تو اس کے لئے بھی امر کا لفظ استعمال ہونا تھا۔ پھر دعوت ایک ایسی چیز ہے جسے اگلے ردّ بھی کر لیتے ہیں قبول بھی کر لیتے ہیں مگر امر میں ان کو اختیار نہیں ہے ردّ کرنے کا۔ تو فرمایا تم خدا کے رستوں کی طرف بلاؤ خواہ لوگ مانیں یا نہ مانیں بلاتے چلے جاؤ ان کو اختیار ہے قبول کریں یا نہ کریں لیکن جب تم نیک کاموں کی طرف بلاؤ جو عرف عام میں نیک ہیں تو تم صاحب امر ہو جاؤ گے۔ پھر وہ خدا کو نہ بھی مانیں تو تمہاری باتوں کو انہیں ماننا پڑے گا کیونکہ اچھی باتوں کا انکار پاگل پن ہے اور کبھی بھی کوئی شخص اچھی باتوں کے تعلق میں حوالے نہیں مانگا کرتا کہ تمہیں کس نے اختیار دیا تھا۔ پس يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ایک عام حکم ہے نیکی کا جسے جماعت کو اختیار کرنا لازم ہے۔

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور بدیوں سے روکتے چلے جائیں۔ ان باتوں میں بہت سی

نصیحتیں ہیں اور بہت سے فوائد مضمر ہیں۔اول تو میں نے جیسا کہ گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا وہ قوم جسے نیکی کی باتیں کہنے کی اور نیکی کی باتوں میں تعاون کرنے کی عادت ہو کیونکہ دوسرا جوڑ اس آیت کا وہ ہے کہ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى تمہیں جب نیکی کی طرف بلایا جائے تو تعاون کیا کرو پیچھے نہ بیٹھ جایا کرو۔فرمایا جن کو یہ توفیق ہو وہ لوگ اطاعت کے گویا مرقع بن جاتے ہیں کیونکہ اطاعت کا مضمون اوپر سے نیچے تک نیکیوں سے تعلق رکھتا ہے۔جن کو یہ پوچھے بغیر اطاعت کی عادت پڑ جائے کہ تم مامور ہو بھی کہ نہیں کیسے ممکن ہے کہ جن کو خاص کاموں پر مامور کیا جائے ان کی اطاعت کے متعلق سوال اٹھائیں۔

پس بہترین اطاعت وہ ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے شروع ہوتی ہے اور بہترین دعوت الی اللہ وہ ہے جو دعوت الی الخیر سے شروع ہوتی ہے۔یہ تین باتیں ہیں اگر جماعت احمدیہ مضبوطی سے پکڑ لے تو جماعت احمدیہ کی ہمیشہ کی بقاء کے لئے جب تک وہ ان باتوں پر قائم رہے یہ ضمانت ہو جائے گی۔یہ تین باتیں اگر جماعت مضبوطی سے پکڑ لے تو ان کی دعوت الی اللہ میں بھی غیر معمولی طاقت پیدا ہو جائے گی اور بنی نوع انسان ان کو اپنا سچا ہمدرد سمجھنے پر مجبور ہوں گے لیکن ایک اور فائدہ جو میرے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کے ساتھ جب یہ فرمایا وَعَمِلَ صَالِحًا تو اس کا تعلق صرف دعوت الی اللہ سے نہیں بلکہ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ سے بھی ہے کیونکہ قرآن کریم یہ بات خوب کھول رہا ہے کہ اگر تم بدکردار ہو تو تمہیں نیکیوں کی طرف بلانے کا حق نہیں رہتا۔اگر تم جھوٹے ہو تو تم سچائی کی طرف بلانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

بعض دفعہ ایک کمزور آدمی بھی مجبور ہے ان اوامر کی طرف بلانے پر جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں اوامر کے طور پر لیکن جتنا وہ ان اوامر پر خود عمل نہ کرتا ہو، ان احکامات پر جس حد تک ہو خود عاری ہو عمل کرنے سے اس حد تک اس کی طاقت کم ہو جاتی ہے اور ضروری نہیں کہ ایک شخص جب تک کمال درجے کی نیکی کی انتہاء تک نہ پہنچ جائے اس وقت تک کسی کو نیکی کی طرف بلائے نہ۔یہ تو ناممکن ہے کیونکہ اس صورت میں سب نیکی کی طرف بلانے والے ہار کے بیٹھ رہیں گے۔اگر وہ اپنی بدیوں پر نظر ڈالیں اپنی کمزوریوں پر نگاہ رکھیں تو کوئی بھی اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھے گا کہ وہ لوگوں کو نیکی کی

طرف بلا سکے۔ پس مراد یہ ہے کہ توجہ رکھنا اس بات کی طرف، تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ جب تم بلاؤ تو اپنے نفس کی بھی نگرانی کرو۔ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تمہاری بات میں طاقت تب ہی پیدا ہوگی اگر دنیا کو کم سے کم یہ معلوم ہو کہ جن باتوں کی طرف تم بلاتے ہو تم دیانت داری سے ان کو قبول کرتے ہو، جہاں تک توفیق ہے ان پر عمل کی کوشش کرتے ہو۔

یہ جو شرط ہے ''جہاں تک توفیق ہے'' یہی وہ شرط ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت میں داخل فرمادی۔ بیعت کے الفاظ میں داخل فرما کر ہر ایسے شخص کو ایک قسم کی جرأت تو نہیں کہنا چاہئے ایک قسم کا حوصلہ دے دینا جو اتنا بڑا عہد کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ مجھ سے ایک دفعہ ایک غیر مسلم نے جو بیعت کا ارادہ کر چکا تھا یہی سوال کیا کہ دل تو میرا بہت چاہ رہا ہے مگر اتنا بڑا وعدہ ہے جس کے لئے ہمت نہیں پڑتی۔ تو میں نے کہا تم الفاظ پر غور کرو اس میں یہ ہے کہ میں کوشش کرتا رہوں گا۔ کیا تم دیانت داری سے نیکی کی کوشش بھی نہیں کرو گے تو فوراً اس کو شرح صدر نصیب ہوگیا۔ اس نے کہا نیکی کے جس مقام پر بھی ہو کوشش تو کرنی ہی کرنی ہے اور بدی سے چھٹکارے کی بھی کوشش ہی ہوتی ہے۔ مگر کوشش میں اور کوشش میں جو فرق ہوتا ہے۔ ایک کوشش وہ ہے جو خالص نیت کے ساتھ اس پختہ ارادے کے ساتھ کی جاتی ہے کہ جب تک طاقت ہے میں یہ ہمت نہیں چھوڑوں گا، یہ کوشش نہیں چھوڑوں گا کہ بدیوں کو ترک کروں اور نیکیوں کو اختیار کروں۔ ایک کوشش کا مطلب ہے کہ خیال ہے کہ ہاں چھوڑ دیں گے لیکن باہمت ارادہ پیدا نہیں ہوتا اور باہمت عمل اس کے پیچھے نہیں آتا۔ ایسی کوشش بے معنی ہے۔ پس نیکی اور بدی کا آخری فیصلہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے وہ اس بات پر ضرور نگاہ رکھتا ہے اور احادیث نبویہ سے یہ قطعاً ثابت ہے کہ کوشش میں سچائی تھی کہ نہیں اگر کوشش سچی ہے تو عہد بیعت سچا ہے اگر کوشش سچی ہے تو آپ کو خیر کی طرف بلانے کا حق ہے۔ اگر کوشش سچی ہے تو معروف کی طرف بلانے کا حق ہے چاہے آپ میں خامیاں بھی موجود ہوں۔ کوشش سچی ہے تو بدیوں سے روکنے کا حق ہے چاہے آپ میں خامیاں موجود ہوں۔ مگر خامیوں کو پالتے ہوئے، ان کو اس طرح قبول کرتے ہوئے گویا وہ آپ کی زندگی کا حصہ بن گئے ہیں پھر جب آپ یہ کام کریں گے تو اس کو منافقت کہتے ہیں اور منافقت میں کوئی برکت نہیں ہوتی۔ پس آپ نے اپنی کمزوریوں کے باوجود دعوت الی اللہ کرنی ہے۔ آپ نے اپنی کمزوریوں کے باوجود نیکیوں کی طرف یا معروف باتوں کی طرف بلانا ہے اور بد باتوں سے روکنا ہے اور آپ نے پوری کوشش کرنی ہے کہ آپ

میں نفاق نہ ہو۔ نفاق تب پیدا ہوتا ہے اگر انسان ایک چیز کو قبول کر کے اس پر قائم ہوتے ہوئے راضی ہو کر پھر یہ دکھاوا کرے کہ میں تو روک رہا ہوں، میں تو نہیں ایسا۔ اگر اس پہلو سے کوئی شخص کرتا ہے تو وہ بہت بڑا جرم ہے جو کفر سے بھی بڑھ جایا کرتا ہے۔ اس لئے ان احتیاطوں کو پیش نظر رکھیں کیونکہ نیکی کا مضمون احتیاط کے تقاضے رکھتا ہے اور ان تقاضوں کا مثبت جواب ہمیں دینا ہوگا۔ بہت باریک محنت کا مضمون ہے، باریک نظر کا مضمون ہے۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں جماعت احمدیہ ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے **امر بالمعروف اور نهی عن المنکر** کے حق ادا کرنے کی کوشش کرے گی۔

اس کے ساتھ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس کی اصلاح لازم ہے جب بھی ایک شخص کہتا ہے یہ کام نہ کرو تو اگر اس کا ضمیر زندہ ہے تو اسے خود بخود بتائے گا، ہیں ہیں تم کس بات سے روک رہے ہو تم تو یہی کام کرتے ہو۔ پھر اگر وہ مجبور ہے دعوت دیتے چلے جانے پر تو اس کے اندر ایک عجز پیدا ہوگا، ایک انکساری پیدا ہوگی، ایک غم پیدا ہوگا دعاؤں کی طرف متوجہ ہوگا۔ وہ کہے گا اے خدا مجھے تو نے مامور کر دیا میں بے اختیار ہوں میری بدیاں بھی مجھ پر قابو پائے ہوئے ہیں تو ہی ہے جو مجھے ان سے نجات بخشے۔ تو اس احساس کے ساتھ نیکی کے حصول کے لئے ایک ایسی گہری تڑپ پیدا ہو جاتی ہے اور دعاؤں کے ذریعے اس تڑپ کو ایک تقویت نصیب ہوتی ہے۔ ایک اندرونی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اس تڑپ میں جس کی وجہ سے بالآخر نیکیوں کو غلبہ مل جاتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو مثبت فوائد نصیحت کرنے والے کے لئے رکھتا ہے اور نیکی کی طرف بلانے والے کے لئے رکھتا ہے۔ بدیوں سے روکنے والے کے لئے رکھتا ہے۔

اگر اس طریق پر آپ اس آیت کریمہ پر عمل کریں تو ایک مسلسل اصلاح کا نظام جاری ہوگا۔ آپ صاحب امر ہوں گے دوسروں کے لئے تو اپنے لئے بھی صاحب امر ہوں گے اور وہی امر کا مالک ہے جو اپنی دنیا پر بھی حکومت کرتا ہے اور غیر کی دنیا پر بھی حکومت کرتا ہے اور غیر پر امر کی طاقت اپنے پر امر کی طاقت سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی کا نام قوت قدسیہ ہے۔ ورنہ قوت قدسیہ کا اور کوئی مضمون نہیں ہے، کوئی مفہوم نہیں بنتا۔ آپ جتنی سچائی کے ساتھ اپنے آپ کو نیکیوں کے حکم دیں گے اور اپنے وجود کو بدیوں سے روکنے کی کوشش کریں گے جوں جوں آپ کا قدم آگے بڑھے گا آپ میں ایک قوت قدسیہ پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ پھر جب آپ غیروں کو روکیں گے اور غیروں کو بلائیں گے کسی اچھی

بات کی طرف تو آپ کی آواز میں طاقت پیدا ہو جائے گی، کسی دلیل کی محتاج نہیں۔

یہ طاقت آنحضرت ﷺ میں اس درجہ بڑھ گئی کہ آپ کا قرب ہی نیک کر دیتا تھا۔ آپ کا محض تلاوت کرنا ہی اتنی بڑی طاقت پیدا کر دیتا تھا کہ کسی سمجھنے کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ کسی حکمت کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ اپنی ذات میں آپ زندہ کرنے والے وجود بن گئے تھے، مردوں سے زندہ کر دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مضمون کو آپ کے حوالے سے کھولا اور بیان فرمایا کہ یہ فرق ہے پہلے انبیاءؑ میں جن کے مطیع دوسرے انبیاءؑ ہوا کرتے تھے اور اس نبی میں جس کا مطیع آج میں ہوں۔ عیسیٰؑ نہیں کہہ سکتا، نہ اس نے کبھی کہا کہ اے موسیٰؑ تجھ پر سلام تو نے مجھے زندہ کر دیا مگر میں اپنے آقا پہ سلام بھیجتا ہوں دن رات درود بھیجتا ہوں اور کہہ سکتا ہوں اور کامل یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہاں اے میرے آقا تو نے مجھے زندہ کر دیا اگر تو نہ ہوتا تو میں بھی نہ ہوتا اور فرمایا یہ قوت قدسیہ تیرہ سو سال میں بھی کمزور نہیں پڑی۔ آج بھی اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت رکھتی ہے جیسے اس وقت رکھتی تھی جب حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں موجود تھے اور قیامت تک یہ زندہ کرتی رہے گی۔

پھر جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں ان میں بھی درجہ بدرجہ یہ قوت آتی ہے اور آسکتی ہے اگر ان نصائح پر عمل کیا جائے جو قرآن کریم نے پیش فرمائیں ہیں اور جن کی تشریحات احادیث نبویہ سے ملتی ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے اور یہ حدیث مسند حضرت امام اعظم کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ **حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نیک باتوں کا بتانے والا ان پر عمل کرنے والوں کی طرح ہوتا ہے۔** اب دیکھیں کیسا پیارا کلام ہے، حیرت انگیز، عام طور پر لوگ اس کا یہ مطلب لیتے ہیں صرف کہ جو نیک باتوں کی طرف بلاتا ہے اس کو بھی ثواب ملے گا گویا اس نے عمل کر لیا حالانکہ یہ مضمون زیادہ وسیع ہے۔ فرمایا میری امت کے نیکی کی طرف بلانے والے عمل میں بھی نیک ہوتے ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ نیکی کی طرف بلائیں اور خود نیک نہ ہوں۔

اور پھر دوسرا وعدہ بھی اس میں شامل ہو گیا تمہارے بلانے کی وجہ سے اگر نیک عمل پیدا ہوں گے تو ان کا ثواب بھی تمہیں ملے گا۔ تھوڑے سے کلام میں کتنے حیرت انگیز مضامین کے سمندر آنحضرت ﷺ سمو دیا کرتے تھے۔ ان کتابوں میں جب آپ دیکھیں گے تو ساتھ ہی یہ لکھا ہوتا ہے

یعنی عمل کرنے والے کا ثواب بھی اس کو ملے گا اور اصل بات بھول جاتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ میری امت میں مجھ سے نیکی سیکھنے والوں میں یہ بات ناممکن ہے کہ کسی نیک عمل کی طرف بلا رہے ہوں اور اس نیک عمل کی ان کو توفیق نہ ہو۔ پس اس پہلو کو مدنظر رکھ کر ہم نے داعی الی اللہ بھی بننا ہے اور **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** بننا ہے۔ یعنی معروف باتوں کی طرف بلانے والا، ان کی ہدایت کرنے والا اور بدیوں سے روکنے والا۔

حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس وقت تک انسان کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ،باب الزّای ،من اسمہ زید، زید بن ثابت الانصاری ،رقم الحدیث :4663)

اب اس حدیث کو میں نے عمداً یہاں رکھا ہے حالانکہ بظاہر اس مضمون سے تعلق نہیں ہے۔ کسی بھائی کی حاجت روائی کرنا ایک نیکی ہے جو کسی اور کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اللہ اس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ پس اگر کوئی محض اللہ کی خاطر کسی کی نیکی کی ضرورتیں پوری کر رہا ہوا سے بدیوں سے روک رہا ہو اور لِلّٰہ کر رہا ہو اور اس کے اندر کمزوریاں ہوں اور نیت پاک ہو تو یہ حدیث اس کے لئے بھی ایک خوش خبری ہے کہ جب تک وہ خدا کی خاطر بھلائیوں کی تعلیم دیتا ہے اور بدیوں سے روکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اندر بھلائیاں پیدا کرتا چلا جاتا ہے اور بدیوں سے اس کو روکتا چلا جاتا ہے۔

اور یہ میرا ساری زندگی کا تجربہ ہے مختلف تنظیموں میں میں نے کام کیا ہے وہ کام کرنے والے جو لِلّٰہ ان باتوں پر مامور ہو جایا کرتے ہیں، مقرر کر دیئے جاتے ہیں ہمیشہ ان کے اخلاق، ان کے اعمال میں ترقی ہوتی ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک شخص خدام الاحمدیہ کے کسی چھوٹے سے عہدے سے کام شروع کرے اور اس میں کمزوریاں ہوں اور اوپر تک جاتے جاتے وہ ساری کمزوریاں اسی طرح رہیں یا خوبیاں کم ہوں اور پھر بھی کم خوبیوں کے ساتھ وہ اوپر بڑھتا چلا جائے، کم خوبیوں کے ساتھ ہی وہ اوپر ترقی کرتا جائے۔ اس کا ہر دن بدلتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کے اندر پاک اخلاق پیدا ہوتے ہیں اس کی شخصیت میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور لازماً اگر وہ اخلاص کے ساتھ خدمت کرتا ہے تو بالآخر نیک انجام کو پہنچتا ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مدد ہے جو فطری تقاضوں کے طور پر بھی ہے اور غیر معمولی بیرونی مدد کے طور پر بھی آتی ہے اور صاحب تجربہ جانتے ہیں

کہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ اس کی کمزوریاں دور کرنے کے لئے ایسے سامان پیدا کرتا چلا جاتا ہے کہ اچانک اس کو نصیحت آتی ہے۔ بعض دفعہ ٹھوکریں کھاتا ہے، بعض دفعہ محبت اور پیار کے رستے سے اس کی تربیت فرماتا ہے۔ مگر جب تک وہ دوسروں کی تربیت میں ہے خدا ضرور اس کی تربیت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ یہ وعدہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے ہمیں دیا۔

ایک اور حدیث ہے جو حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے مسلم کتاب الذکر (و الدعاء و التوبة و الاستغفار) میں باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر، یہ عنوان ہے اس حدیث کا۔ **حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی بے چینی اور تکلیف کو دور کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بے چینیوں اور تکلیف کو اس سے دور کرے گا۔** جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا یہ عمل جس کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ محض دنیا کی اصلاحوں سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس دنیا کی زندگی میں جو باتیں ٹھیک ہونے سے رہ بھی جائیں، ان کی اصلاح نہ بھی ہو سکے خدا تعالیٰ اتنا اجر عطا فرماتا ہے نیکی کی طرف بلانے والے اور بدیوں سے روکنے والے کو کہ اس کی وہ بے چینیاں دور کر دیتا ہے جو ان اعمال کے نتیجہ میں ہیں جو اصلاح پذیر نہ ہو سکیں، ان کمزوریوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جن کی اصلاح نہ ہو سکی، جن کو دور نہ کیا جا سکے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اجر کا معاملہ اس دنیا سے بھی تعلق رکھتا ہے اس دنیا سے بھی تعلق رکھتا ہے۔

اس سے زیادہ عظیم نصیحت کرنے والا کب دنیا میں کسی نے دیکھا۔ ناممکن ہے۔ ساری کائنات میں مصلحین پر نظر ڈال کر دیکھ لیں محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر، گہرائی میں اتر کر نصیحت کرنے والا اور ایسی نصیحت کرنے والا جو کھینچ لے بڑی قوت کے ساتھ۔ کبھی آپ کہیں دنیا میں نہیں دیکھیں گے نہ ہو سکتا تھا، نہ ہوا ہے، نہ آئندہ ہوگا مگر آپ جو ہیں آئندہ کسی الگ ناصح کی اس لحاظ سے ضرورت نہیں کہ جو ناصح بھی اٹھے گا آپ ہی کی نصیحتیں لے کے اٹھے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کب اپنی طرف سے کچھ مزید اضافہ کیا وہی کاروبار ہے جسے لے کر چلے ہیں اور اسی میں طاقت ہے۔ مگر ضرورت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نصیحت کو یا نصائح کو غور سے دیکھیں اور ان میں جوڑ ملائیں اور معلوم کریں کہ یہ کس مضمون سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ جب آپ ان کو سمجھیں گے تو حیرت کے سمندر میں غرق ہو جائیں گے یہ کتنا عظیم نبی ہے۔

اور اب اصلاح کی طرف بلانے کے لئے دیکھیں کتنی پیاری بات ہے کہ تمہارا اس سے بہتر سودا اور کیا ہوسکتا ہے۔ تم نیکیوں کی طرف بلا رہے ہو خدا کی خاطر کرو تمہاری کمزوریاں ہیں جنہیں تم دور کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہاری نیکیوں کی آواز میں طاقت پیدا ہو جائے گی اور جو تمہاری طاقت نہیں ہے وہ آسمان سے اترے گی اور اللہ تمہارا مددگار بن جائے گا۔ تمہاری کمزوریاں دور کرتا رہے گا اور تمہاری نصیحت پر جو نیک عمل کرے گا اس کے اجر بھی تمہیں دیتا رہے گا اور اگر کمزوریوں سمیت تم مر گئے اور اس سفر کا ابھی انجام نہیں تھا یعنی اس کی آخری منزل نہیں پہنچی تھی اور تم پہلے مر گئے تو اللہ تعالیٰ اس بات کا بھی ضامن ہے کہ تمہاری کمزوریوں کے نتیجہ میں جو بے چینیاں اور کرب تمہیں آخرت میں ستانے تھے ان کو دور فرما دے گا۔ کتنا عظیم سودا ہے، کتنا عظیم الشان وعدہ ہے جو ایک چھوٹی سی بات سے تعلق رکھتا ہے کہ خلوص نیت سے نیکی کی طرف بلائیں، خلوص نیت اور پیار کے ساتھ بدیوں سے روکنے کی کوشش کریں۔

اس حدیث کی آگے تفاصیل ہیں۔ ان کو براہ راست اس مضمون سے اگر نہ بھی باندھا جائے تو پھر بھی وہ بہت ہی گہرا اثر رکھنے والی نصیحتیں ہیں اس لئے میں وہ ساری آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرمایا جس شخص نے کسی تنگ دست کو آرام پہنچایا اس کے لئے آسانی مہیا کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے آسانیاں مہیا کرے گا۔ اب تنگ دست کے لئے آسانی مہیا کرنا جو شخص ایسا کرتا ہے وہ نصیحت بھی تو کرتا ہے۔ اس لئے کلیۃً بے تعلق بات نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (البلد:18) مومن وہ ہیں جو کمزوروں اور مجبوروں کو صبر کے ساتھ نصیحت کرتے ہیں اور آگے رحمت کی نصیحت کرتے ہیں کہ تم بھی لوگوں سے رحمت کا سلوک کرو اور سب سے زیادہ غریبوں کی ضرورت پوری کرنے کی طرف رسول اللہ ﷺ نے توجہ دلائی ہے۔ تو آپؐ بتا تو نہیں رہے کھل کے کہ تم سب کی نیکیوں کا اجر خدا مجھے بھی دے گا مگر آپ کو سمجھانے کی خاطر آپ کے نفس کے حوالے سے وعدے دے رہے ہیں کہ تم اگر کرو گے تو تمہارے دائرہ کار میں جہاں جتنی جتنی بھی نیکی پھیلے گی اللہ اس کا اجر دے گا، جتنے دکھ دور ہوں گے خدا تمہیں ان کا اجر دے گا۔

پھر فرماتے ہیں جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اب یہ جو نصیحت ہے اس کا ہمارے معاشرے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ پردہ پوشی کا مضمون

بہت اہم ہے۔ انفرادی کمزوریاں جو ہیں ان میں پردہ پوشی کا ہی حکم ہے لیکن وبائی کمزوریوں میں پردہ پوشی کا حکم نہ صرف یہ کہ نہیں ہے بلکہ ایک جرم بن جاتی ہے۔ ہر وہ معاملہ جس کا دین کی بقاء سے تعلق ہو ہر وہ معاملہ جس کا اسلامی معاشرے کی حفاظت سے تعلق ہو اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے جو اس معاشرے میں رخنہ ڈالنے والی ہو جو نظام کو کمزور کرنے والی ہو اس کے متعلق پردہ پوشی کا کہیں کوئی حکم نہیں ہے۔ بلکہ قرآن فرماتا ہے لازم ہے کہ وہ تم اولوالامر لوگوں کی طرف پہنچایا کرو۔ جب ایسی باتیں سنو تمہارا فرض ہے کہ وہ جن کو خدا نے عقل اور فہم عطا کیا ہے، جو جانتے ہیں کہ پیچھے کیا کیا محرکات کام کر رہے ہیں جو تجزیہ کر سکتے ہیں یعنی اس کی بدیوں سے جماعت کی حفاظت کر سکتے ہیں فرمایا ان تک ضرور پہنچاؤ اور وہاں صرف رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے کا حکم نہیں بلکہ سب ایسوں کی طرف پہنچانے کا حکم ہے۔ یعنی جمع کا صیغہ ایسا استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں اگر ایک جگہ کوئی امیر ہے اس کے چھوٹے دائرے میں بھی کوئی ایسی حرکت ہو رہی ہے تو پردہ پوشی کے نام پر آپ کہیں کہ اس نے بات تو ایسی کی تھی جس سے جماعت کو نقصان پہنچتا تھا۔ جس سے جماعت کے وقار کو ٹھوکر لگتی تھی، جس سے لوگوں کے اخلاص کو صدمہ پہنچتا تھا مگر ہم نے دیکھو پردہ پوشی کر لی، یہ پردہ پوشی نہیں ہے۔ یہ بے وفائی ہے سلسلہ کے اعلیٰ مفادات سے اور جماعت سے بے وفائی ہے جس کو نقصان پہنچے گا۔

مگر ایک شخص کمزوری چھپ کے کرتا ہے، وہ خدا کی آنکھوں سے تو چھپ نہیں سکتا بنی نوع انسان سے کم سے کم شرم تو کرتا ہے، آپ اس کی کمزوری پر اطلاع پاتے ہیں اور اس کا چرچا کر دیتے ہیں یہ پردہ پوشی کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا اپنی ستاری کا پردہ تم سے بھی اٹھا لے گا اور اگر خدا کی ستاری نہ رہے تو ہر انسان ننگا ہے۔ یہ تو وہ حمام ہے جس میں سب کی نظر ہے۔ شیشے کا حمام ہے ہر کوئی دیکھ لے گا اگر خدا کی طرف سے ستاری کا پردہ نہ ہو۔ ہر لمحہ خدا کی ستاری کے اندر چھپے ہوئے ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو یہ زندگی دنیا ہی میں جہنم بن جاتی۔ تو اس لئے یہ مضمون اچھی طرح سمجھ لیں جب حضور اکرم ﷺ پردہ پوشی کا حکم دیتے ہیں تو وبا والی بیماریوں سے پردہ پوشی کا حکم نہیں دیتے۔ جس شخص میں وبائی بیماری ہے اور آگے پھیلا سکتا ہے اس کی اطلاع اولوالامر کو کرنا جہاں جہاں بھی وہ اولوالامر ہو لازم ہے اور جہاں اس کی ذاتی کمزوری ہے اور

اس کمزوری کے علم سے کسی کو فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نقصان کا خطرہ ہے ایسی صورت میں اگر کوئی پردہ دری کرتا ہے تو اپنا نقصان کرے گا، اپنی عاقبت خراب کرے گا اور قوم کو نقصان پہنچائے گا۔قوم کو نقصان اس طرح پہنچتا ہے کہ مثلاً بعض جماعتوں کی طرف سے مجھے بعض لوگ لکھتے ہیں کہ فلاں امیر صاحب ہیں ان میں یہ یہ کمزوریاں ہیں اور ہم نے جب یہی بات کی تھی تو لوگ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ہمارا کیا جرم ہے؟ سچ بولا ہے ہم نے۔سوال یہ ہے کہ تمہارے متعلق بھی اگر سچ بولے جائیں اس طرح تو تمہارا کیا حال رہے گا؟ تمہاری بیوی بچوں کے متعلق ایسے سچ بولے جائیں تو تمہارا کیا حال رہے گا؟ اگر وہ ایسی کمزوریاں ہیں جو منظر عام پر نکلی ہیں تو پھر بھی تمہارا فرض یہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو بتاؤ۔ پھر تم پر لازماً یہ فرض بن جاتا ہے کہ بالا افسران تک اس کو پہنچاؤ یا اس کو مل کر نصیحت کرو۔اگر وہ کام نہیں کرتی تو بالا افسران تک پہنچاؤ۔اگر وہاں شنوائی نہیں ہوتی تو اوپر پہنچاؤ جہاں تک بندوں میں تمہاری رسائی ہے تمہارا فرض ہے کہ پہنچاتے چلے جاؤ کیونکہ اب یہ کمزوری ذاتی نہیں رہی بلکہ فحشاء بن گئی ہے۔مگر ذاتی کمزوریوں کا جہاں تک تعلق ہے قرآن حدیث میں پردہ پوشی کا ہی حکم ہے اور اللہ بھی پردہ پوشی فرماتا ہے۔پس ایسے لوگ جو لوگوں کے پردے کھینچتے ہیں اللہ ان کے پردے کھینچ لیا کرتا ہے۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ قیامت کے دن بھی یہی حیاء کا پردہ ہے جو آپ اپنے لئے رکھتے ہیں اور اپنے بھائی کے لئے بھی رکھتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی ستاری کا پردہ بن جائے گا۔اگر اس دنیا میں آپ یہ حیاء کا پردہ چاک نہ کردیں، نہ اپنے لئے رکھیں نہ غیر کے لئے رکھیں تو قیامت کے دن بھی آپ کے لئے کوئی ستاری کا پردہ آپ کی بدیوں کو ڈھانپنے کے لئے نہیں اترے گا۔چنانچہ آنحضرت ﷺ نے یہ حوالہ دیا ہے جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ یہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام، حیرت انگیز ہے۔کوئی اپنی طرف سے بنانے والا جس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے روشنی نہ اتری ہو اس قسم کی باتیں نہیں کیا کرتا۔وہ نقد نقد سودے کی باتیں کرے گا۔وہ کہے گا تم پردہ پوشی کرو تمہاری بھی پردہ پوشی ہوگی لیکن آخرت کا حوالہ دے کر اس مضمون کو بہت وسعت دے دی ہے۔فرمایا اس دنیا کی پردہ پوشی نہ بھی ہو تو اتنا فرق نہیں پڑتا مگر اس بھری دنیا میں جو پردہ دری ہو رہی ہو جبکہ اگلے پچھلے سب جمع ہوں اور وہ کیسے ہوگی اللہ بہتر جانتا ہے ورنہ ہماری محدود عقل میں ان صلاحیتوں کا تصور ہی نہیں کہ آغاز سے لے کر انجام تک کے

انسان اکٹھے ہوں اور ان کی باتوں پہ کہیں پردے ڈالے جارہے ہیں کہیں پردہ دری ہو رہی ہے اور ہر انسان سمجھ رہا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو صلاحیتوں کے تیز ہونے سے تعلق رکھتا ہے، حسیات کے دائروں کے پھیلنے سے تعلق رکھتا ہے اور قرآن کریم یہی وعدے فرمارہا ہے کہ قیامت کے دن تمہیں تیز حسیں عطا کی جائیں گی کہ جن باتوں کا تم پہلے کوئی شعور نہیں رکھتے تھے وہ شعور تمہیں نصیب ہو جائے گا۔ پس ہوگا ضرور۔ جو بات آنحضرت ﷺ نے فرمائی لازماً ہو کر رہنے والی بات ہے۔ پس ڈراتے ہیں کہ تم آخرت کی پردہ دری سے ڈرو۔ یہاں اگر تم اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرو گے تو یاد رکھو قیامت کے دن یا قیامت کے بعد جب آخری حساب فہمی ہوگی اللہ تعالیٰ تم سے بھی پردہ پوشی کا سلوک فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد کے لئے تیار رہتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کیلئے تیار ہو۔ اب ان سب باتوں میں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا وَتَوَاصَوْا کا مضمون داخل ہے۔ اس لئے آپ اگر یہ سمجھیں کہ یہ بے تعلق باتیں ہیں، کلیۃً بے تعلق نہیں ہیں۔ مومن وہ ہے جو نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے نیکیوں میں ایک دوسرے کا مددگار بنتا ہے اور یہ دونوں باتیں اکٹھی ہو کر وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ کی نصیحت بن جاتی ہیں۔ پس بظاہر یہاں تعاون کی بات ہو رہی ہے۔ اپنے بھائی سے تعاون کرو، اس کی ضرورتیں پوری کرو، اس کی پردہ پوشی کرو اس کے حوائج جتنے بھی ہیں اس کو پورا کرتے ہوئے تمہیں تکلیف بھی اٹھانی پڑے تو تکلیف اٹھاؤ۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کا نصیحت سے تعلق نہیں مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ جو کام تم نیک کرتے ہو اس کی نصیحت بھی کیا کرو۔ غریبوں سے ہمدردی کرو تو ہمدردی کی نصیحت بھی کیا کرو۔ پس اس مضمون کا نصیحت کے ساتھ از خود تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

پس آنحضور ﷺ کی نصیحت کا انداز بھی درجہ بدرجہ آگے بڑھتا ہے۔ پہلے ان بنیادی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کے بغیر انسان اعلیٰ مضامین کی طرف بڑھ ہی نہیں سکتا اور پھر ان مضامین کا ذکر کرتے ہیں تو بے اختیار روح سے آنحضرت ﷺ کے لئے درود کی آوازیں اٹھتی ہیں۔ دعائیں تو سوچ کر کی جاتی ہیں مگر اگر آنحضورؐ کے احسانات پر آپ نظر ڈالیں تو بے اختیار آپ کی روح سے آوازیں اٹھیں گی ناممکن ہے کہ ان آوازوں کے ساتھ درد کی چیخیں شامل نہ ہوں کیونکہ ایک محسن کا احسان جب غلبہ کر لیتا ہے، جب چھا جاتا ہے اس کی روح پر تو اس وقت بے اختیار ان آوازوں میں ایک

درد پیدا ہو جاتا ہے، ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ آوازیں لازماً آسمان کی بلندیوں تک پہنچتی ہیں۔ پس آنحضور ﷺ پھر علم کا مضمون سکھا کر پھر درس و تدریس کی روحانی تربیت کی باتیں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے سکینت عطا فرمائے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو ڈھانپ لے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے ڈھانپے رکھتی ہے، فرشتے اسے گھیرے رکھتے ہیں جب تک کہ وہ ان باتوں میں مصروف رہتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دیکھیں ترقی کہاں سے کہاں تک جا پہنچی ہے۔ اب ایسا شخص جو علم کو خدمت دین کے لئے، خدمت بنی نوع انسان کے اعلیٰ تقاضوں کی خاطر استعمال کرے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں اس کا ذکر کرتا ہے۔ اس دنیا میں آپ باتیں کر رہے ہیں نیکی کی اور آپ کا ذکر اوپر کی مجلسوں میں چل رہا ہے۔ غالب تو کہتا ہے:

گرچہ ہے کس کس برائی سے، ولے بایں ہمہ
ذکر میرا، مجھ سے بہتر ہے کہ، اس محفل میں ہے (دیوان غالب: 242)

برائی کے باوجود اگرچہ برا ہی ذکر ہے مجھے خوشی ہے کہ میرا ذکر اس محفل میں ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ جو ان محافل کے راز دان ہیں، آپؐ فرماتے ہیں کہ تمہارا بھلائی سے ذکر چلے گا اور اللہ اپنے مقربین میں تمہارا پیار سے ذکر کرے گا۔

جو شخص عمل میں سست رہے اس کا نسب اور خاندان اس کو تیز نہیں بنا سکتا یعنی وہ خاندانی بل بوتے پر جنت میں نہیں جا سکے گا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ یہ ساری باتیں وہ ہیں جو ہر شخص کے لئے برابر یکساں مہیا ہیں اور حسب نسب کا اس کا کوئی دور سے بھی تعلق نہیں، قومیت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سب کے لئے دعوت عام ہے۔ تم اس پر عمل کرو اور یہ ساری بلندیوں کے وعدے جو تم سے کئے گئے ہیں یہ سب رفعتیں جن کے تمہیں وعدے دئے جا رہے ہیں یہ تمہیں عطا کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین